







رسالہ خاص ترجمہ ہمدانی سے لکھا گیا ہے

ادعواکم تضرعاً وخفیۃً الی اللہ لا یحب المتعبدین

۱۷۱

نہ



من تضرعاً وخفیۃً الی اللہ لا یحب المتعبدین  
ابن العربیہ رحمہ اللہ  
بندہ سید علی بن محمد کتب

بندہ سید علی بن محمد کتب  
بندہ سید علی بن محمد کتب

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

حاضر و مصلیٰ۔ اس زمانہ پر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر نماز کے بعد دعا واجب ہے۔ ہے ورنہ نماز درست نہیں ہوتی میرے خیال میں یہ قول بہت ہی کمزور ہے۔ نماز کے بعد جو دعا ہوگی وہ ظاہر ہے کہ نماز کے سوا ہے پھر جو عمل مان و فرائض و واجبات نماز سے خارج ہے اس کے کرنے سے نماز کی تکمیل اس کے کرنے سے نماز کی تنقیص محض خیالی ڈھکوسلہ ہے جس کی دلیل وہ ان قایم نہیں ہو سکتی واضح ہو کہ دعا کی تین قسم ہیں۔ اول دعا واجب ہے جو ہر ایک رکعت نماز میں کی جاتی ہے۔ یعنی اہدنا الصراط المستقیم۔ اس دعا کی تعلیم خود اللہ

تعالیٰ نے کی ہے۔ اور اسید واسطے رسول اللہ نے فرمایا کہ۔ افضل الدعاء  
 الحمد لله۔ یعنی سورہ فاتحہ۔ اور دوسری دعا سنت ہے جو بعد درود پڑھی  
 جاتی ہے جس میں استغفار اور تَعَوُّذ ہے۔ ان کے سوا جو دعائیں ہیں  
 وہ مستحب ہیں مگر جمہور علما کی یہ رائے ہے کہ اخیر کی دونوں قسمیں مستحب ہیں  
 چنانچہ علامہ نووی نے لکھا ہے۔ وجمہور العلماء علی انہ مستحب لیس بواجب  
 اس صورت میں ترک دعا سننے کوئی شخص گنہگار نہیں ہو سکتا۔ چہ جائے کہ  
 اسکی نماز سا قطیاً ناقص ہو۔ غرض نماز کے بعد رفع یدیں کیساتھ دعا نکرنا  
 نماز سا قطیاً ناقص نہیں ہوتی کیونکہ یہ فعل بعد نماز ہے اور مستحب ہے۔ علامہ  
 ابن قیم نے کتاب ہدی النبوی میں لکھا ہے۔ واما الدعاء بعد السلام  
 من الصلوٰۃ مستقبل القبۃ سواء الامام والمفتی والمأموم فلم یکن ذلک  
 من ہدی النبوی اصلاً ولا رد عنہ باسناد صحیح ولا حسن وحض بعضہم  
 بصلاتی الفجر والعصر ولم یفعلہ النبی ولا الخلفاء الراشدون بعدہ ولا ارشد  
 الیہ امتہ واما ہواستحسان رواہ من راہ عوضاً من السنۃ۔ العظیم  
 یعنی قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز کے بعد دعا کرنا نبی کی سنت ہے۔  
 نہ اس بات میں کوئی حدیث صحیح حسن حضرت ... نے ...  
 بعضوں نے نماز فجر وعصر میں دعا کرنے کی ترغیب دی۔ مگر یہ الہی  
 ہے جسکو رسول اللہ اور خلفاء راشدین۔ نے ...

ہدایت اپنی امت کو کی ہے بلکہ یہ استحسان ہے بعض لوگوں نے سنت  
مخوض میں عمل کیا ہے۔

غرض اس قول سے ظاہر ہے کہ نماز کے بعد دعا کرنا رسول اللہ کی سنت  
ہدیٰ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت نہیں ہے یہ صرف بعض  
لوگوں کی رائے ہے جو دلیل و برہان سے قوی نہیں ہوئی ہے۔

فصل قرآن شریف اس بات کو بتاتا ہے کہ دعا خلوص کیسا تہ چہا کر لیجائے  
بلکہ اس ہی کی تعلیم بھی فرمائی ہے چنانچہ آیت۔ اذعورکم تضرعاً و خفیۃً۔ یعنی تم اپنی  
یروردگار کو عاجزی سے اور چہا کر پکارو۔ بیضاوی نے اس کی تفسیر

لکھا ہے۔ اسی ذوی تضرع و خفیۃ فان الاخفاء دلیل الاخلاص۔ یعنی چہا کر  
دعا کرنا اخلاص کی دلیل ہے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں بیان  
فرمایا ہے۔ واعلم ان الاخفاء معتبر فی الدعا ویدل علیہ وجوہ الاول

آلایۃ فانہا تدل علی انہ تعالیٰ امر بالمدعاء مقروناً بالاخفاء و ظاہر الامر لاجل  
فان لم یحب بل الوجہ۔ فلا اقبال من کونہ ندباً ثم قال تعالیٰ بعدہ انہ لایحب

المعتدین۔ والامر بالمدعاء انہ لایحب المعتدین فنی ترک ہدین الامر  
لمذکورین وہما التضرع والافتقار فان اللہ لایحبہ و محبتہ اللہ تعالیٰ

واسبب تمکارہ یعنی ان میں ترک فی الدعاء التضرع والافتقار فان اللہ ل  
لینہ و لایحبہ۔ مہن کماں کذلک کان من اہل العقاب لامحاطۃ۔

ظہران قولہ تعالیٰ اِنَّہ لایحب المعتدین کا تصدیق شدیدے ترک التفرغ  
والاخفاء فی الدعا۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دعائیں پکی بات یہی ہے کہ وہ چہا کر کجائے او کوئی  
جہین اسی بات کو بتاتی ہیں اونہیں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
اُس دعا کا حکم فرمایا ہے جو چہا ہے نزدیک ہو یعنی چہا کر دعا کرنے کا حکم فرمایا  
اور امر کے صیغوں سے ظاہر یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ اُن سے وجوب  
مقصود ہوتا ہے۔ اگر وجوب نہ ہو تو کم سے کم مذوب تو ضرور ہو گا۔ پھر اللہ  
تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ حد سے گزرنے والوں کو نہین چاہتا۔ اس سے  
بہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اُن لوگوں کو نہین چاہتا جو دونوں حکم دتفرغ  
اخفاء کیساتھ دعا نہین کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے ثواب مراد ہو  
تو آیت مذکورہ کے یہ معنی ہو جائیں گے کہ جو لوگ عاجزی سے اور  
چہا کر دعا نہین مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ثواب نہین دے گا اور انہیں  
احسان نہین کریگا۔ اور جو شخص اس صفت سے موصوف ہو گا وہ قابل  
عذاب ہو گا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم مذکور کی پر وہ انہیں کی غرض  
اِنَّہ لایحب المعتدین جو اللہ تعالیٰ کا فرمان پاک ہے اُن لوگوں کے واسطے  
بڑی سخت دہمکی ہے جو دعا کو چہا کر اور عاجزی کے ساتھ نہین کرتے۔

تفسیر کبیر کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعا سے دعا کی غرض غلو و خفا



کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دعا کرنا یکا طرفہ ہی بتایا ہے  
 پس دعا کی وقت ان دونوں چیزوں کا خیال رکھنا اور اسی پاک تعلیم کو موافق  
 دعا کرنا کم سے کم مندوب ہے۔ اب غور طلب یہ امر ہے کہ ماتہ اوٹھا کر دعا  
 مانگنے کی صورت میں مذکورہ دونوں فراموشی کی تعمیل ہوتی ہے یا نہیں  
 ظاہر ہے کہ اخفا کی تو بالکل تعمیل نہیں ہوتی کیونکہ جس نے اپنا ماتہ آسمان  
 کی طرف اوٹھایا اس نے کھلے طور پر یہ بات بتادی کہ میں اللہ پاک کی  
 درگاہ میں دعا مانگ رہا ہوں اس صورت میں وہ شخص جو اس طرح دعا کرتا ہے  
 خلاف ما انزل اللہ پر عمل کرتا ہے اور جو شخص خلاف ما انزل اللہ عمل  
 کرتا ہے اوپر کسی حکم کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر اتنی بات تو ظاہر ہے  
 کہ وہ ان اللہ لایحب المعتدین کے تو حکم میں ہے لیکن سجدہ میں دعا  
 مانگنے سے دونوں امور مذکورہ کی تعمیل ہو جاتی ہے۔ اور تضرع و اخفا  
 پر جنکو خلوص عارض ہے پورا عامل ہو جاتا ہے جو صاف بدیہی امر ہے  
 پس ہمارے فرقہ کا خاص یہی عمل ہے کہ ہم سب سجدہ میں دعا کرتے ہیں  
 اور اسکی خاص وجہ یہی ہے کہ اولاً تعلیم قدسی اور امر خداوند تعالیٰ کی اتباع  
 ہو جائے۔ اور ثانیاً یہ کہ اوس زبردست دہمکی سے جو انہ لایحب المعتدین سے  
 ظاہر ہوئی ہے بچا و ملجائے ثالثاً یہ کہ اون احادیث صحیحہ پر عمل ہو جائے جو دعا  
 کر طریقہ صحیحہ کی مثبت ہیں یعنی سجدہ میں دعا کرنا۔ غرض ادب دعا میں قطعی امر

جو تعلیم فرمائی کہ ملاحظہ کیا وہ یہی ہے کہ دعا پھپھاکرا اور عاجزی کے ساتھ کیا جائے اور اسی پر عمل کرنا واجب یا مندوب ہے۔

فصل - احادیث صحاح کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے زیادہ تاکید اس امر کی فرمائی ہے کہ سجدہ میں دعا کی جائے کیونکہ سجدہ کی حالت میں جو دعا کی جاتی ہے وہ لایق قبولیت ہو۔ چنانچہ سنن ابوداؤد میں مروی ہے عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ قال اقرب ما یكون العبد من ربہ ہو ساجداً فاکثر والدعاء۔ یعنی رسول اللہ فرماتے ہیں کہ بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے پس تم سجدہ میں دعا کیا کرو۔

عن ابن عباس ان النبی کشف الستار والناس صفوف خلف ابی کبیر الصیدی فقال یا ایہا الناس انکم یق من مبشرات النبوة الا الرویا الصالحة یراہا المسلم وترے لئے وہانی نہایت ان قراء رکعاً او ساجداً فاما رکوع فقطعوا الرب فیہ واما السجود فاجتهدوا فی الدعاء فقمن ان یتجاب لکم۔ یعنی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ پر وہ کے باہر نکلے اور مصطفیٰ ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے صف باندھے ہوئے کھڑے تھے پس فرمایا کہ نبوت کی بشارتوں سے صرف عمدہ خواب باقی رہ گئے ہیں۔ میں رکوع و سجدہ میں قرآن پڑھنے سے مانعت کیا گیا ہوں۔ تم رکوع میں اللہ تعالیٰ کی تقسیم کرو۔ اور سجدہ میں دعا کرنی کی کوشش کرو کیونکہ یہ

دعا قبولیت کے لایق ہے۔ اس قسم کی اور حدیثیں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ابی ہریرہ علیہ السلام جابر بن عبد اللہ محمد بن سلمہ سے صحاح میں مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سجدہ میں خود بھی دعا کرتے تھے اور اسی کا حکم بھی فرماتے تھے دو نون مذکورہ حدیثوں سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سجدہ میں دعا کر نیکاً حکم لفظ امر سے صاف فرمایا ہے اور ہمارے مذہب اور نیز خفیہ کا یہ معینہ ضابطہ ہے کہ جو صیغہ امر بلا فریہ مانعہ موجود ہو تو وہ صیغہ وجوب حکم پر دلالت کریگا اگرچہ وجوب حکم اسکے بغیر بھی ہو جاتا ہے مگر اس صفت کے صیغہ امر سے تو ضرور وجہ ثابت ہوگا۔ پس اس ضابطہ کی رو سے ہمارا یہ مذہب ہو کہ سجدہ میں دعا کرنا واجب ہے پس جب بندہ نے سجدہ کی حالت میں دعا کی یا کرتا ہے تو گویا وہ حکم واجب کی تعمیل میں مصروف ہے اس صورت میں یہ کہنا بالکل نادرست ہے کہ مہدویہ دعا نہیں کرتے کیونکہ وہ دعا کے وقت رفع یدیں نہیں کرتے کیونکہ جب دعا کر نیکی کو طریقہ مروی ہیں اور ان سب طریقوں میں یہ طریقہ قبولیت دعا کا اعلیٰ ذریعہ ہے تو اسی طریقہ کو اختیار کرنا زیادہ مستحسن ہے

صاحب مرقاة السعود نے شرح ترمذی لوداود میں ذکر کیا ہے۔ قال العراقي فی شرح الترمذی ذکر فی ذلک امور احدثان العبد ما مور با کثارا لدعا فی السجود کما فی تممة الحدیث واللہ تعالیٰ قریب من السائلین کما قال سبحانہ واذناک عبادی عنی فانی قریب احیب دعوة الداع اذا دعا فی الثانی ان حالہ سجدہ

الان شتوع وذل وانكسار لتعفر الساجد وجهه في التراب وهذا قال ابن مسعود ر

حائل الى حب الى الله تعالى ان يكبر العبد فيه من ان يكبره عاقر وجهه رواه الطبرانی

نحسن الثالث ان السجود اول عبادة امر الله بها بعد خلق آدم فكان المنقرب

ما الله تعالى اقرب منه اليه في غيره۔ الرابع فيه مخالفة لابليس في اول الذنب

عصى الله به من التكبر وترك السجود۔ عراقی شیح ترمذی مین ذکر کیا ہے کہ ابن

ی امور میں اول یہ کہ بندہ سجدہ میں زیادہ دعا کرنے کیلئے حکم کیا گیا ہے چنانچہ

حدیث کا آخری فقرہ یہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سوال کرنے والوں سے نزدیک ہے

بنانچہ فرماتا ہے اور جب تم سے (ای محمد) میری حالت سے میرے بندے

جوچہن تم کو میں نزدیک ہوں۔ دعا مانگنے والی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ

مجھے دعا مانگتا ہے۔

دوسرا یہ کہ سجدہ کی حالت ڈر اور ذلت اور انکساری کی حالت ہے کیونکہ سجدہ کرنا

اپنا منہ خاک آلود کرتا ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو

بندہ کی عام حالتوں سے یہی حالت زیادہ پسند ہے جب اس کا بندہ اس کے

آگے اپنا مونہ خاک آلود کرتا ہے۔ طبرانی نے یہ روایت کی ہے۔

تیسرا یہ کہ سجدہ پہلی عبادت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کرنے کے

بعد حکم فرمایا ہے۔ پس اس عبادت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے قربت چاہو

۔ دوسری عبادت کے ذریعہ سے قربت طلب کرنے والے سے اقرب ہوگا۔

چوتھا۔ یہ کہ سجدہ میں ابلیس کی مخالفت ہے کیونکہ اوسکا سب گناہوں کے پہلے یہی گناہ ہے کہ اوس نے حضرت آدم کو سجدہ نہ کیا اور بڑائی سے اللہ کی نافرمانی کی۔ غرض عواقب کی رائے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سجدہ دعا بہتر ہے کیونکہ اس ہی حالت میں وجوہ مذکورہ پائی جاتی ہیں۔

صاحب معالم التتمیل نے بھی ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد فاكثروا الدعاء

اس حدیث کو صاحب معالم نے واسجد و واقرب آیت سورہ علق کی تفسیر

ذکر فرمایا ہے۔ اور اس آیت کو سجدہ میں دعا کرنے پر محمول کیا۔

صاحب تفسیر بیضاوی نے بھی آیت مذکورہ کی تفسیر میں مضمون مذکور ذکر کر

علامہ جارا اللہ زمخشری اور صاحب تفسیر نیشاپوری کی بھی یہی رائے

حضرت امام فخر الدین رازی نے بھی آیت کریمہ مذکورہ کی تفسیر میں فر

فرمایا ہے۔ وفي الحديث اقرب ما يكون العبد من ربه اذا سجد۔ یعنی جب

بندہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے تو بہت ہی قریب ہو جاتا ہے اور چونکہ وہ

کے لئے اوقات قربت کی زیادہ ضرورت ہے لہذا اسی وقت میں دعا بہ

ہوگی۔ صاحب تفسیر سراج المنیر نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں بیان

واقرب اى وتقرب الى ربك بطاعته وبالدماء الىه قال صلى الله عليه

اما الركوع فاعظموا فيه الرب واما السجود فاجتهدوا في الدعاء فتمنوا اى حقیقہ

ان یستجاب لکم وکان صلی اللہ علیہ وسلم کثیر فی سجود ومن البکاء والتفرع حتی قالت عایشہ رحمہ اللہ غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فما هذا البکاء فی السجود ما هذا

اشدید۔ قال افلا اكون عبداً شکوراً و فی روایتہ اقرب ما یكون العبد من ربہ و ہوسا جدد فاکثر والدعاء اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا و طاعت تزدیک ہو جاؤ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ رکوع میں یہ وردگار کی تعظیم کرو اور سجدہ میں دعا کی کوشش کرو کہ وہ قبول کیجانے کے لائق ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ آپ سجدہ میں روتے اور عاجزی کرتے ایک مرتبہ حضرت عایشہ رضی عنہا عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے

اور پچھلے گناہ معاف فرما دئے ہیں پھر سجدہ میں دعا کرنے اور اس قدر روئیں کیا ضرورت ہے فرمایا کہ کیا میں شاکر بندہ نہ کہلاؤں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بندہ سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے پس سجدہ کی حالت میں دعا زیادہ کرو۔ صاحب تفسیر خازن اس آیت کے

تحت ینزلتہن۔ واقرب الی من اللہ۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

ان رسول اللہ قال اقرب ما یكون العبد من ربہ و ہوسا جدد فاکثر والدعاء اس حدیث کا ترجمہ اس کے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اور تفسیر مدارک میں مذکور ہے۔ واقرب ربک بالسجود فان اقرب ما یكون العبد الی ربہ اذا سجد کذا الحدیث۔

پس قربت کی وقت میں دعا کرنی چاہئے کہ قبول ہو سکے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دعا سے اظہار عجز اور طلب مدعا مقصود ہے اور عجز ہاتھ اوٹھا کر دعا کر نیسے معلوم ہوتا ہے۔ پس ہاتھ اوٹھانا ضرور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک دعا میں اظہار عجز اور اخلاص ضرور ہے اور یہ دونوں چیزیں سجدہ میں دعا کر نیسے حاصل ہوتی ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ سجدہ میں یعنی سر گردن میں کمال عجز ہے جو ہاتھ اوٹھانے میں نہیں ہے اور خلوص بھی سجدہ میں دعا کر نیسے ثابت ہوگا کیونکہ خلوص کیلئے اخلاص شرط ہے اور یہ امر معلوم ہے کہ ہاتھ اوٹھا کر دعا مانگنے میں اخلاص نہیں ہو غرض اخلاص ہی میں خلوص ہو چنانچہ بیضاوی نے لکھا ہے۔ فان الاخلاص دلیل للاخلاص۔ چنانچہ اس کے پھلو اس کا بیان کیا گیا ہے۔ فصل بعض بزرگان دین سے ایسی روایتیں مروی ہیں جسے ہاتھ اوٹھا کر دعا کر نیکی سخت ممانعت مفسوم ہوتی ہے علامہ عینی، عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔ قول اول رومی عن شعبۃ عن قتادہ قال رائے ابن عمر قوما رفعوا یدھم قال من یناول قوا اللہ لو کانوا علی راس طول حیل۔ ما ازدادوا من اللہ قربا۔ یعنی ابن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک قوم کو ہاتھ اوٹھا کر دعا کرتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ لوگ کیا چیز لے رہے ہیں پس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر یہ اونچے پہاڑ کی چوٹی پر ہوتے تو بھی اللہ تعالیٰ سے نزدیک نہ ہوتے۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ ہاتھ اوٹھا کر دعا کر نیسے دعا کر نیوالا اللہ تعالیٰ سے قربت نہیں پیدا کر سکتا۔ قول ثانی یہ کہ وکرہہ حبیر ابن مطعم وراکبہ ریح حبلاً

رافھا یہ یہ دعویٰ قال من يتناول بهالام لك - بغير ابن ملجم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے کو  
مکروہ جانا ہوا اور شیخ نے ایک شخص کو جو ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہا یہ فرمایا کہ تیری مانی جا  
کہ تو یہ کیا کر رہا ہو اور کس چیز کو حاصل کر رہا ہے۔

قول ثالث وقال مسروق لقوم رفعوا ايديهم قطعها الله - یعنی مسروق نے ان لوگوں کو جو  
ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ کاٹ ڈالے اس قول سے  
ظاہر ہے کہ حضرت مسروق نے رفع ایسی بہت ہی کراہیت کی تھی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی  
بھی جو ائمہ شافعیہ سے ہیں فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ قال الطبري وكرو

رفع الیدين فی الدعاء، ابن عمر و جابر بن مطعم و رای شیخ رجلا رفع یدیه داعیاً فقال  
من يتناول بهالام لك وساق الطبري ذكبا ساينده عنهم وذكر ابن التين عن

عبد الله بن عمر بن غانم انه نقل عن مالك ح ان رفع الیدين فی الدعاء ليس من  
امر الفقهاء - یعنی محمد بن جریر طبری کہتے ہیں کہ ابن عمر اور جابر بن مطعم نے دعا کے  
وقت ہاتھ اٹھا کر مکروہ بتایا ہوا شیخ نے ایک شخص کو دعا کی وقت ہاتھ اٹھا  
دیکھ کر فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کس چیز کو لیتا ہو اور بد دعا دی۔ طبری نے ان باری  
روایتوں کے اسناد میں بھی لکھی ہیں۔ اور ابن التین نے عبد اللہ بن عمر بن غانم سے یہ  
روایت کی ہے کہ مالک نے فرمایا ہے کہ دعا کی وقت ہاتھ اٹھانا فقہا کا کام  
ہنیں ہے۔

غرض خفیہ و شافعیہ اور حضرت امام مالک کو قول کتاب ہوتا کہ دعا کی وقت ہاتھ اٹھانا فقہا کا کام نہیں ہے



فصل سن ۱۰۰۰ کو ملاحظہ فرمائیے کہ استغفار وہ ہے کہ جس میں صرف انگشت شہادت اٹھائی جاتی ہے۔ باقی انگلیاں اپنی جگہ پر رہتی ہیں اور مسئلہ میں ہاتھ اٹھایا جاتا ہے۔ ابطال میں بھی ہاتھ اٹھانا چاہیے مگر اس میں ہاتھ نکال دینے کی ضرورت ہے چنانچہ ابن عباس نے یہ روایت کی ہے عن عباس رضی اللہ عنہ قال المسئلة ان ترفع يدك جزؤ منك يك او نحوهما

والاستغفار ان تثير باصبع واحدة والابطال ان تمديدك جميعا۔

لیکن اس فرق و امتیاز سے چونکہ لوگوں کو اطلاع نہیں ہے لہذا ان کے عمل سے استغفار و مسئلہ میں فرق نہیں معلوم ہو سکتا۔ بلکہ صاف یہہ اعظا ہر سوتا ہے کہ وہ نون صورتوں میں ضروری طور پر رفع ایدی کئے جاتے ہیں جو حدیث مذکور کے منشاء قدسی کے خلاف ہے واضح ہو کہ دعا کا مفہوم امور مذکور میں منحصر ہے یعنی اس میں استغفار ہو گا یا کسی چیز کی طلب۔ اب طلب میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مطلق سوال ہو گا یا کہ مخالف کو مقابلہ میں فتح مندی۔ ظاہر ہے کہ اول قسم تو استغفار ہی جمیع حدیث مذکور کی منشاء کی موافق صرف انگشت شہادت اٹھانا چاہیے۔ اور دوم قسم ثانی مسئلہ ہی جمیع رفع ایدی بغیر تمديد کی ضرورت ہے۔ اور قسم ثالث تہا ان جمیع رفع ایدی بالتمديد ہی۔ پس جن احادیث دعا میں رفع ایدی ذکر کیا گیا ہے دراصل قسم ثانی کے تعلق میں یعنی دراصل وہ مسئلہ میں۔ غرض دعا انہی قسموں میں منحصر ہے۔ اور تینوں قسم اس کی افراد ہیں مگر پہلی قسم کی ہمیشہ ضرورت ہے کیونکہ اس عمل کے نتیجے میں مخصوص قرآنی موجودات و صحیح حدیثیں اس کی مؤید ہیں پس ہمارے فرقہ میں استغفار ضروری ہے۔ اب یہی قسم ثانی یعنی مسئلہ یہ عمل اس وجہ سے متروک ہے کہ یہ توکل کے منافی ہے اور غلط ہے۔









